کچھ اور بھی سوالات ہیں:-

ا- کیا صدقۂ زکوٰۃ سے کسی غریب کی تکفین و تدفین آیاتِ قرآنی یا احادیثِ نبوی سے منصوص ہے؟ اگر ہے تو فقہاء کا یہ فتویٰ قطعاً ناجائز ہے اور بے شک اس صورت میں اُن کا اتباع "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ" کا مصداق ہوگا۔

ب- لیکن اگر مسکوت عنہ ہے تو بہتر ہوگا کہ بجائے جذبات سے اپیل کرنے اور ورائے علمہ کو فقہاء سابقین کے خلاف بھڑکانے کے اس مسئلے پر سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ نظر ڈال لی جائے۔

لاوارث میت کی تکفین و تدفین تو ہو ہی جاتی ہے کسی مسلمان کی لاش کفن دفن بغیر صرف اس بناء پر نہیں پڑی رہتی کہ فقہائے احناف نے صدقۂ زکوٰۃ کو تجہیز و تدفین میں لگانے سے منع کر دیا تھا اگر پڑی رہی ہوگی تو اُس کا سبب اس کے سوا اور کچھ ہوگا۔

ج)- لہٰذا سوال یہ ہے کہ لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کا بار کس پر پڑے۔ اسلامی سماج کے معاشی اعتبار سے تین طبقے ہو سکتے ہیں۔

اول: فقراء و مساکین جو نانِ شبینہ سے بھی محتاج ہیں۔

دوم: جو محتاج تو نہیں ہیں لیکن اتنے مالدار بھی نہیں ہیں کہ صاحبِ نصاب کہلا سکیں۔

سوم: اغنیاء جو صاحبِ نصاب ہیں۔

ان میں سے تیسرا طبقہ زکوٰۃ نکالتا ہے اور پہلا طبقہ زکوٰۃ کا حق دار ہے رہا دوسرا طبقہ تو نہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہے اور نہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

اب منکرینِ تملیک کا اصرار ہے کہ چوں کہ اغنیاء زکوٰۃ نکال کر ہر بار سے بری الذمہ ہو چکے ہیں لہٰذا لاوارث میتوں کی تکفین و تدفین کا بار اُن پر نہ پڑنا چاہیے اور نہ طبقہ دوم پر جنہوں نے صاحبِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں نکالی اور کسی طرح زیر بار نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کا بار فقراء و مساکین کے طبقہ پر پڑنا چاہیے جو نانِ شبینہ سے محتاج ہیں اور جب اغنیاء کی زکوٰۃ اُن کے حصہ میں آئے تو اُس

میں سے لاوارث میتوں کی تکفین و تدفین کے نام سے اُن کا پیٹ کاٹ لیا جائے۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا یہی انصاف ہے؟ جن کے پاس دولت کا ۹۷½ ہے وہ تو اس مصرف سے زیر بار نہ ہوں بلکہ وہ زیر بار ہوں جن کے پاس صرف ۲½ ہے اور طبقۂ دوم کے وہ لوگ بھی صاف بچے رہیں جو نصابِ شرعی کا مالک نہ ہونے کی بنا پر کسی انفاق فی سبیل اللہ سے زیر بار نہیں ہوتے۔

اور اگر فقہاء یہ فتویٰ دیں کہ نہیں اس کا بار اُن بے نواؤں پر نہیں پڑے گا جو اجتماعی دولت کے چالیسویں حصے سے بھی کم کے حق دار ہوئے ہیں[1] بلکہ یا تو مملکت کسی ادارے ([illegible]) سے یہ صدقہ دے یا اسلامی مملکت کے نہ ہونے کی صورت میں بقیہ طبقے جو اجتماعی دولت کے ۹۷½ حصے سے زیادہ کے مالک ہیں اس کارِ خیر کے لئے چندہ دیں تو اب قارئین کرام ہی فیصلہ کریں کہ اُن کا یہ فتویٰ قساوتِ قلبی پر موقوف ہے یا عدل و انصاف اور انسان دوستی پر۔ اور یہ فتویٰ محض اُن کی اصول پرستی کا (کہ اس میں تملیک معدوم ہے کیوں کہ مردہ اس کا اہل نہیں ہے) نتیجہ ہے یا حق پرستی کا۔

حرص کے بندے اور دولت کے غلام جنہیں مال کا چالیسواں حصہ بھی نکالنا ناگوار ہے بے شک یہی سمجھیں گے کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد انھوں نے فقراء ہی نہیں بلکہ اللہ میاں تک پر بڑا احسان کر دیا (نعوذ باللہ منہا) اور اب ان پر کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اسلامی تعلیم کی رو سے زکوٰۃ کم سے کم رقم ہے جو معاشرے کے تونگر طبقہ کو سماج کی معاشی تنظیم کے لئے نکالنا واجب ہے لیکن زکوٰۃ نکالنے پر بھی وہ بقیہ دولت کے علی الاطلاق مالک نہیں بن جاتے بلکہ غیر متعین طور پر اب بھی سماج کے حقوق اس سے وابستہ ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ واجب الاذعان ہے کہ

"وفی المال حق سوی الزکوٰۃ"

لہٰذا حق و انصاف کا تقاضہ ہے کہ لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین رقوم زکوٰۃ سے نہ کی جائے کیوں کہ اس طرح فقراء و مساکین کا پیٹ کٹتا ہے، بلکہ بیت المال کے ایک مخصوص فنڈ سے یہ رقم دی جائے یا صاحبِ استطاعت چندہ کر کے اس کام کو انجام دیں۔

---

[1] کیوں کہ طبقہ دوم (جن پر آبادی کی اکثریت مشتمل ہے) کی زکوٰۃ اُن کو نہیں ملتی اسی لئے کہ طبقۂ دوم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

کتب خانہ شکرانواں (بہار)

از

(مولانا ابو سلمہ شفیع احمد البہاری اُستاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

"شکرانواں ضلع پٹنہ کا مشہور گانوں ہے مولانا (رفیع الدین صاحب مرحوم) اس اطراف کے سب سے بڑے مسلمان رئیس تھے، لاکھوں روپے کی جائداد کے مالک تھے لیکن علم کا نشہ آخر وقت تک سوار رہا، نادر مخطوطات کا ایک قیمتی کتب خانہ آپ نے شکرانواں میں مہیا کیا، تفسیر ابن جریر طبری کا کامل نسخہ تیس (۳۰) جلدوں میں آپ کے پاس موجود تھا اب چھپ جانے کے بعد تو اس کی اہمیت نہ رہی لیکن طباعت سے پہلے اس کتاب کے کل تین نسخے ساری دنیا میں پائے جاتے تھے جن میں ایک نسخہ شکرانواں کا تھا، ہزار ہا روپے خرچ کرکے آپ نے اس کی نقل مدینہ منورہ کے کتب خانہ سے حاصل کی تھی آپ کے کتب خانہ میں حافظ ابن قیم اور ابن تیمیہ کی تصنیفات کا قلمی ذخیرہ جتنا بڑا جمع ہوگیا ہے شاید ہندوستان میں تو کہیں اتنا بڑا سرمایہ نہ ہوگا۔ حافظ ابن عبدالبر محدث کی کتابیں استذکار اور تمہید آپ کے یہاں موجود ہیں محلّی ابن حزم جیسی نایاب کتاب کی چودہ جلدیں آپ کے یہاں میں نے دیکھی تھیں طباعت سے پہلے ان کا دیکھنا ہی مرے لئے باعث فخر تھا واللہ اعلم یہ کہاں تک صحیح ہے کہ شرح عون المعبود جو غایۃ المقصود کا خلاصہ ہے مولانا شمس الحق ڈیانوی نے اس کی تالیف میں مولانا رفیع شکرانوی کی شرح ابو داؤد سے بہت نفع اُٹھایا لیکن افسوس کہ خود مولانا شکرانوی کی شرح ضائع کرادی گئی یا ہوگئی۔ (نظام تعلیم و تربیت ج ۱ ص ۲۷۴)

اس اعجوبہ روزگار کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں

نام ونسب | رفیع الدین بن شیخ بہادر علی بن شیخ نعمت علی بن شیخ محمد دائم الصدیقی

مولانا کے نانا شیخ غلام علی صاحب جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت سید احمد شہید بریلوی رح

کے کسی خلیفہ کے مرید تھے۔

شکراواں: یہ پٹنہ ضلع کا مشہور گاؤں ہے ضلع کی آخری مشرقی سرحد پر واقع ہے، کل آبادی بارہ چودہ سو سے کم نہیں، سو سوا سو مسلم آبادی میں سے ۲۰، ۲۲ گھر شیوخ و سادات کے ہیں، مولانا کی جائے پیدائش کا فخر اسی گاؤں کو حاصل ہے۔

تعلیم و بیعت: ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی پھر گیلانی منتقل ہو گئے اور مولوی سلامت علی مرحوم سے کافیہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا احسن صاحب گیلانی منطقی (جد امجد حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور سات سال تک مسلسل ان کی خدمت میں رہ کر درسِ نظامیہ سے فراغت حاصل کی، اس وقت ہندوستان میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ اور میاں صاحب دہلویؒ (حضرت مولانا نذیر حسین صاحب بہاری ثم الدہلوی) کا ڈنکا بج رہا تھا۔ ممدوح کی نظرِ انتخاب حضرت میاں صاحب پر پڑی اور اپنے اس جذبہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا "کہ قرب و جوار کے سبب سے آپ پر مراحق ہے۔ حاضر ہو کر استفادہ کرنا چاہتا ہوں، پر شرط یہ ہے کہ صحاح ستہ اور جلالین ایک ہی سال میں ختم ہوں اور قرآۃ بھی میں ہی کروں گا۔ میاں صاحب نے غایت مسرت و انبساط کے ساتھ ہمت افزا جواب سے سرفراز فرمایا اور تمام شرائط کو حسنِ قبول عطا فرما کر اپنے والا نامہ کو "السعی منی والاتمام من اللہ" سے مزین فرمایا۔ دہلی میں رفقائے درس میں حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری اور مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادی کے علاوہ کئی اور ممتاز طلبہ تھے۔ دہلی سے مراجعت کے بعد حج کے لئے روانہ ہو گئے، سال ڈیڑھ سال قیام کے بعد واپسی میں بمبئی سے ایک پریس ساتھ لیتے آئے اور اپنے گاؤں ہی میں قلمی غیر مطبوعہ نسخوں کی اشاعت میں لگ گئے چنانچہ ذم التاویل لابن قدامہ، تائید مذہب السلف اور ابو داؤد مع شروح و حواشی اور بروایت بعض تفسیر ابن جریر طبری کے کچھ اجزا اسی پریس میں طبع ہوئے مگر بعد میں ایک نو مسلم کے حوالہ کر دیا کہ کسبِ معاش کا سلسلہ ہو جائے،

مولانا عبد اللہ غزنوی کے پاس جب بیعت کے لئے پہنچے تو مولانا غزنوی نے فرمایا کہ شما در

اشنار راہ بودی کہ مرا الہام شد کہ ع مژدہ باد کہ مسیحا نفسے می آید، (تعجیل) از دست شما اشاعت توحید و سنت بسیار خواہد گشت ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دولت اور اس کا صحیح مصرف | اللہ تعالےٰ نے مولانا کو دھن دولت سے بھی نوازا تھا اور اس نعمت سے پورا فائدہ اٹھایا چنانچہ ہزاروں کارہائے خیر کے علاوہ خود ایک اعلیٰ مدرسہ کے بانی اور اس کے سارے اخراجات کے کفیل تھے، حدیث کے طلبہ یمن، نجد، حجاز، عراق سے برابر آتے رہتے تھے۔ خراسان کے مولوی عبد اللہ صاحب مسلسل تین سال تک مقیم رہے، ان معزز مہمانوں کا مولانا کو بہت خیال رہتا تھا ان کی معمولی تکلیف سے بے چین ہو کر تڑپ جاتے تھے آم کے موسم میں روزانہ ٹوکریوں سے طلبہ کے کام و دہن کو نوازتے رہتے تھے، رمضان المبارک میں من، ڈیڑھ من آٹے کی شیرمال، آبی اور خصی کا گوشت قرب و جوار کے نادار مفلس لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔

کتب خانہ | مولانا کا علمی ذوق تو ہندوستان ہی میں نکھر چکا تھا پر حجاز کے کتب خانوں نے ایک نیا اثر ڈالا، اور اب مولانا ہمہ تن قلمی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے، جو کچھ روپیہ جاتا تھا سب کتابوں ہی پر بے دریغ خرچ کرنے لگے اور خود عسرت کی زندگی وہاں بسر کرنا قبول کیا چنانچہ تفسیر ابن کثیر پر گیارہ سو اور تفسیر ابن جریر طبری پر ۲۲ سو روپے خرچ ہوئے، مولانا کا قیام تو مکہ معظمہ ہی رہتا تھا لیکن کتابیں مدینہ منورہ میں بھی نقل ہوتی تھیں، اوسطاً ڈیڑھ سو وراق روزانہ کام پر مامور تھے، حجاز پر اس وقت ترکوں کا پرچم لہرا رہا تھا۔ شکایت پہنچائی گئی کہ کتب خانوں میں ہلڑ مچا ہوا ہے، تفتیش ہوئی اور ناظم کتب خانہ سے جواب طلب کیا گیا۔ جواب دیا کہ اب تک سبعہ معلقہ اور حماسہ اور اس کے شروح و حواشی ہی کے دل دادہ زیادہ تر کتب خانہ سے استفادہ کیا کرتے تھے لیکن اس ہندی نوجوان جیسا صاحب ذوق اور ستھرا مذاق کا اب تک میری نظامت میں کوئی نہیں آیا ہے، تفسیر و حدیث سے والہانہ عقیدت اور اس پر جان و مال دونوں نچھاور کرتا ہے اور انھی کی وہ نقل لیتا ہے سلطان اس بیان سے بہت متاثر ہوئے اور ہر طرح کی آسانیاں بہم پہنچانے کا حکم صادر کیا اور مولانا سے ملنے کی خواہش کی مگر مولانا کی افتادِ طبع ایسی تھی کہ ٹال گئے اور ملے نہیں۔ تقریباً ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ مولانا نے اپنے کتب خانہ پر صرف کیا

پٹنہ کے مشہور مشرقی کتب خانہ کے بانی مسٹر خدا بخش سے مولانا کے خوش گوار تعلقات اور گہرے مراسم تھے اور ایک ہی وضع سے ۱۵، ۱۶ سال تک نبھایا۔ خاں صاحب وکیل تھے اور ان کو کتابوں کے جمع کرنے کا شوق بھی تھا۔ پر مولانا کی رہنمائی اگر انھیں حاصل نہ ہوتی تو اتنی بڑی کامیابی مشکل سے ہو سکتی تھی۔ نادر کتابوں کے ذوق میں اضافہ اور ان کی نشان دہی میں بہت زیادہ مشورہ مولانا ہی نے دیا اور اس طرح نادر مخطوطات کا ذخیرہ ہو گیا۔

حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی رحمۃ اللہ کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ

"حافظ ابن قیم اور ابن تیمیہ کی تصنیفات کا قلمی ذخیرہ جتنا ؑ یہاں جمع ہو گیا ہے شاید ہندوستان میں تو کہیں اتنا بڑا سرمایہ نہ ہو گا"

لیکن اس کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا اور اب بہت مختصر تعداد میں ہے۔

مولانا گرچہ سلفی اور اہل حدیث تھے مگر فقہ سے بدکتے نہیں تھے بلکہ اس سے طبعی مناسبت تھی۔ صوبہ کے مشہور شاعر علامہ آزاد نے اپنے ایک قصیدہ میں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے ؎

ؑ جس کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اکثر و بیشتر جدید الخط ہے
[1] ابن تیمیہ الحرانی رح۔ [1] التسعینیہ۔ [2] بغیۃ المرتاد۔ [3] مجموعہ رسائل جس میں آٹھ رسالے ہیں رسالہ بعلبکیہ، رسالہ فی قولہ تعالیٰ سبحان اللہ بعد حسر لبیرا رسالہ فی الکلام علی قل یا ایہا الکافرون [4] لوامع الاستر شاد فی الفرق بین التوحید والالحاد رسالہ فی الرد علی النصاریٰ رسالہ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حکایۃ عن ربہ عزوجل ما ترددت فی شئ انا فاعلہ ترددی عن قبض نفسی عبدی المومن الخ رسالہ فی العبادات البدعیۃ والعبادات الشرعیۃ رسالہ فی الرد علی النصاریٰ۔ ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ اذا کان المسلمون مقلدین والنصاری مقلدین والیہود مقلدین فکیف وجہ الرد علی الیہود والنصاری الخ جواب اسی دھوم دھام سے دیا ہے جو ان کا خاصہ ہے یعنی ھذا القائل کاذب ضال فی ھذا القول الخ [5] اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ اصحاب الجحیم۔ [6] منہاج الاعتدال (جس کا مشہور نام منہاج السنۃ ہے) [7] مسالک الحج [8] کتاب الاستغاثۃ [9] کتاب العقل والنقل [10] بیان الہدی من الضلال فی امر الہلال۔ ابن قیم [1] حادی الارواح [2] الطرق الحکمیۃ [3] مدارج السالکین [4] اقسام القرآن [5] زاد المعاد [6] ملخص کتاب بدائع الفوائد
[7] اغاثۃ اللہفان [8] بدائع الفوائد
[9] الصواعق المرسلہ وغیر ذلک۔

فخر اقران و اماثل ذاتِ او — ایں چنیں ذاتے دریں ایام کو؟

عالمِ فرزانۂ دورِ زماں — ہم فقیہ و ہم محدث بے گماں

یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ہاں کتبِ فقہیہ کا بھی انبار لگا ہوا ہے[1]۔

مولانا کا کتب خانہ نایاب کتابوں کے ذخیرہ کی حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور ہم کو مولانا کی علم دوستی کی قدر کرنی چاہیے کہ کس طرح انھوں نے ان کتابوں کی حفاظت کی۔

اب ہم مختصر طور پر ان نادر کتابوں کی فہرست پیش کرتے ہیں

سنن دارقطنی۔ نسخہ ناتمام مگر نہایت عتیق و قدیم الخط اور صحیح ہے، تقریباً ۲۲ حفاظِ حدیث و محدثین کرام کے دستخط ثبت ہیں منہم[1] الحافظ ابو الحجاج بن یوسف الدمشقی۔ الامام[2] عبد الرحیم بن الحسین العراقی حافظ[3] ابن حجر عسقلانی، الشیخ[4] عبید اللہ بن عمر العجمی، الامام[5] عبد المومن بن خلف الدمیاطی۔ فخر[6] المتاخرین الشیخ الصالح الفلانی۔ اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات کا حامل ہے۔ سنن دارقطنی کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اس کی تصحیح کے وقت شکر الوان کا بھی یہ نسخہ تھا۔

شرح الفیۃ الحدیث للعراقی۔ پوری کتاب الامام عبد الرحیم بن الحسین العراقی کے قلمِ مبارک سے ہے۔ آخری عبارت ملاحظہ ہو۔ واجزت لکل من سمع منی الارجوزۃ المذکورۃ او بعضہا ان یروی عنی جمیع ھذا الشرح علیہا وجمیع ما یجوز لی وعنی روایتہ قالہ وکتبہ مولفہ عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن العراقی فی التاریخ المذکور ثانیاً۔

شرح سنن ابن ماجہ للحافظ مغلطائی م ۷۶۲ھ الجزء الثانی والثالث افسوس کہ شرح پوری نہ ہو سکی ورنہ بقول حافظ سخاویؒ ولو اکمل لعمّ النفع بہ، جلد ثانی پر تین مہریں ہیں، ایک میں ہے (عبدہ سید موسیٰ جیلانی) مالکہ سید عابد شاہ جیلانی ثم انتقل بالشراء الصحیح الی النواب

---

[1] مثلاً فتح القدیر لابن الہمام۔ غایت خوشخط خط باریک۔ فتاویٰ عالمگیری چار پانچ مہریں اس پر پڑی ہوئی ہیں۔ رمز الحقائق وتبیین الحقائق للزیلعی۔ اور شرح کنز الدقائق۔ ارکان اربعہ بحر العلوم۔ الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع۔ شرح متن ابی شجاع الاصبہانی فی فقہ الشافعی۔ مختارات النوازل۔ رسالہ فی فقہ الاحناف۔

الممدوح الخاتم - از کتب خانہ میاں محمد اکبر خاں بکتب خانہ سرکار حضور فیض گنجور مدام داخل ماند -

جلد ثالث پر چھ مہریں ہیں ایک میں وہی (عبدہ سید موسیٰ جیلانی ۱۱۵۳) ہے - قدیم الخط ہے - یہ کتاب کسی زمانہ میں رہن رکھی گئی تھی - مندرجہ ذیل عبارت ہے - ملکہ وما قبلہ بالشراء القاضی عبد الباقی البخاری الوصی الشرعی علی متروکات عبد الرحیم اللاہوری لغیبۃ ورثتہ وہو من جملۃ الکتب المرہونۃ عند الشیخ بدر الدین الہندی بامر یوسف آفندی نائبہ المذکور ببیعہا فاشتریت منہ لجانبا منہا علی ید محمد البرعی وکتب لی بہا حجۃ شرعیۃ وتسلم الثمن منی الافندی وذلک فی سوم سنتہ ؟

تلخیص الحبیر للحافظ ابن حجر - اس پر حافظ ابن حجر م ۸۵۲ کے ہاتھ کی بھی تحریر ہے - تین جلدوں میں ہے جلد اول پر یہ عبارت نظر آتی ہے - ھذا الکتاب الجلیل سمی تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر وھو کتاب عظیم جداً حقیق بان یصرف العمر النفیس فی قرائتہ واقرائہ وخصوصاً ھذہ النسخۃ بحسن خطہا وتمام ضبطہا وکتابۃ المولف علیہا بخط یدہ الکریمۃ فالحمد للہ علی ما اولانا مولانا نسالہ تعالیٰ ان یصلح اخرتنا واولنا بمنہ وفضلہ وکرمہ آمین - پھر آخر جلد میں یہ عبارت ہے

الحمد للہ بلغ السید الشریف الامام العلامۃ تاج الدین عبد الوھاب جمال الطائفۃ صاحب ھذا الکتاب قراءۃ متقنۃ علی ملخصہ احمد بن علی بن حجر فی مجالس عدیدۃ آخرہ فی السابع من شہر اللہ المحرم عام تسعۃ ...... وعارض بالاصل الذی ...... فصح ان شاء اللہ واذنت لہ ان یروی عنی جمیع الکتاب وسائر مایجوز عنی روایتہ - حامداً مصلیا مسلما -

پھر اس کے نیچے یہ عبارت ہے ھذا خط مؤلفہ قدس اللہ روحہ

الجزء الثانی من المؤتلف والمختلف للدار قطنی - خط قدیم ہے - اس فن کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے - متعدد محدثین کے دستخط ہیں، باب الراء سے (رزیق وزریق والزریق)

باب البار (یعمر) تک ہے۔ یہ کتاب بھی کسی زمانہ میں رہن رکھی گئی تھی۔

الجزء الثانی من کتاب الکشف لمشکل الصحیحین لابن الجوزیؒ۔ خط قدیم ہے ہر ہر صحابی کی مشکل کو حل کیا ہے

کشف المشکل من مسند عبد اللہ بن زید الانصاریؓ

فی الصحابۃ رجلان من الانصار یقال لکل واحد منہما عبد اللہ بن زید وانما یفرق بینہما بالاجداد فاحدھما ابن ثعلبۃ وھو الذی رای المنام فی الاذان وھو من اھل بدر۔ والثانی ابن عاصم وھو صاحب ھذا المسند ولم یشھد بدرا وجملۃ ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ واربعون حدیثا اخرج لہ منھا فی الصحیحین ثمانیۃ کل ۱۲۰۔ اوراق ہیں۔

طبقات القراء للحافظ الذھبی م ۷۴۸ھ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے نسخہ بہت ہی قدیم ۷۴۶ھ بخط مؤلف حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ اس کا نسخہ پٹنہ لائبریری اور پیرس کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

مشارق الانوار علی صحاح الاثار فیما یشکل من الامہات الثلاث للقاضی عیاضؒ خط قدیم ہے۔ ۲۶۰ اوراق ہیں۔ الامہات الثلث سے مراد۔ بخاریؒ و مسلمؒ و موطا امام مالکؒ ہے، اس کتاب کی احادیث کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ محدثین میں یہ قول مشہور ہے کہ ھذا الکتاب یساوی ثقلہ ذھبا۔ یورپ میں طبع بھی ہو چکی ہے

بخاری شریف غایت خوشخط، قلم نخلی نخفی بلکہ اوسط۔ مکمل

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجرؒ، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پیش نظر فکر انواں کا یہ نسخہ بھی تھا جس کا تذکرہ مقدمہ میں موجود ہے

فتح الباری لابن حجر العسقلانی مکمل (۱۴ جلد) سنہ کتابت مختلف ہے۔ بعض خود حافظ ابن حجرؒ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے اور بعض جلد ۹۳۷ھ اور بعض ۸۰۲ھ اور بعض

کی کتابت ۹۶۹ھ میں ہوئی ہے اور الجزء الاول جدید الخط ہے۔

الجزء الاول من شرح المصابیح للزینی رح ناقص۔ خود شارح زین العرب رح کے خط سے پوری کتاب ہے اسی کے ساتھ علامہ تورپشتی رح کی شرح کا ایک ٹکڑا بھی شامل ہے۔ ورق ۱۳۵۔

الجزء الثانی من الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا الی باب لزوم المساجد وانتظار الصلوٰۃ سرِ ورق پر ایک تحریر ہے جو قدیم ہے مگر حک و فک کی وجہ سے پڑھا نہیں جاسکا۔

شرح مشکوٰۃ المصابیح للزینی رح ناقص

کتاب منہل شرح مصابیح للعلامہ غیاث الدین محمد بن محمد الواسطی المتوفی ۸۱۶ھ مکتوبہ ۹۶۰ھ عدد اوراق ۳۴۲۔

مطر النجاح مقدمہ شرح صحیح مسلم بن الحجاج للشیخ ولی اللہ الفرخ آبادی م ۱۲۴۹ھ۔

مولانا شیخ ولی اللہ رح کا بیان ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں

اما بعد می گوید بندہ محمد ولی اللہ بن احمد علی حسینی فرخ آبادی کہ ایں بندہ را در ۱۱۹۱ھ یک ہزار ویک صد نود ویک ہجریہ کہ شرف وصول بحرمین شریفین مکہ مبارکہ و مدینہ طیبہ حاصل گشت ویک سال وچند ماہ دولت اقامت ومجاورت آں امکنۂ شریفہ دست داد، منجملہ سعادت کہ دراں ایام بحصول پیوست یکے قرأت وسماع کتب ستہ حدیث است بر شیوخ کرام ومحدثین عظام انجا و اجازت یافتن بروایت وحدیث آنہا خصوصاً وبدیگر کتب قرأۃ وتفسیر وحدیث وفقہ وتصوف عموماً وبعد عود از سفر حجاز کہ آخر ۱۱۹۲ھ (۹) یک ہزار ویک صد ونود وشش بفرخ آباد رسیدم وطرح اقامت دریں بلدہ انداختم بنظر صحت وحسن وجودت کتاب صحیح مسلم ہمیشہ بدل می گذشت کہ بریں کتاب شرحے نویسم بزبان فارسی کہ یک گونہ ادمغ والبسط باشد از ترجمہ شیخ محب اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق

بن شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہم پس در ماہ جمادی الاولی ۱۲۲۲ھ یک ہزار دو صد و بیست و چہار
دریں شرح آغاز نمودم و آنرا بمطر نجاج موسوم ساختم الخ پھر امام مسلم تک سلسلہ سند بیان کیا ہے
اس کے بعد مختصر طور پر اپنی سوانح عمری و سلسلہ نسب جو شاہ ناصر ترمذی کے واسطہ سے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ تک منتہی ہوتا ہے۔ بیان کیا ہے۔ پھر اکتساب علوم و اجازت حدیث کا حال لکھا ہے۔
زبان بہت صاف اور واضح ہے۔ پیچیدگی و اغلاق مطلق نہیں ہے رواۃ کے تراجم بھی لکھے گئے ہیں

مسند ابو داؤد الطیالسی کامل۔ جدید الخط

جامع الاصول یا اس نسخہ سے منقول ہے جو مؤلف پر پڑھا گیا تھا۔ قدیم الخط ہے

تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزی۔ بوسیدہ اور استفادہ ناممکن اس لئے
اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا جاتا ہے۔

جواب ابی مسعود محمد بن ابراھیم بن عبید اللہ مشقی، دار قطنی کے
صحیحین پر کچھ الزامات و تتبع ہیں، ابو مسعود دمشقی نے مسلم کے الزامات کا جواب دیا ہے۔ یہ صرف
۲۴/ حدیثوں کا جواب ہے۔ دمشقی، دار قطنی کے معاصر ہیں۔ ان کی وفات ۴۰۰ھ کے بعد ہوئی ہے

تبصرۃ المبتدی وتذکرۃ المنتہی لابن الجوزی جدید الخط یعنی ۲۹۶ھ کا مکتوبہ
ہے۔ کتاب نو طبقوں پر مشتمل ہے یہ صرف اوائل کے چار طبقے ہیں

کتاب الوجیز للغزالی، خط عمدہ ہے ۹۵۶ھ میں ابو العلاء احمد بن موسیٰ الزنجانی نے
اپنے لئے اصبہان سے اسے نقل کرایا تھا۔

شرح الوجیز للرافعی، جدید الخط کتابت ۱۳۰۰ھ

فتح العلام بشرح الاعلام باحادیث الاحکام، لقاضی القضاۃ شیخ
ابو یحییٰ زکریا الانصاری الخزرجی مرقومہ ۱۱۹۹ھ۔

التذکرۃ فی کشف احوال الموتی وامور الآخرۃ مؤلفہ محمد بن احمد الانصاری
القرطبی وکتاب احوال القبور ومعرفۃ